مصادر سیرت کی تاریخیت پر ابتدائی مغربی تنقیدی رجحانات

(Preliminary Western Critical Reflections on Fundamental Sirah Sources)

سمیعہ اطہر*

ڈاکٹر محمد فیروزالدین شاہ کھگہ**

ABSTRACT:

The academic and scholarly study of Sirah of Hazrat Muhammad (SAW) began in the west during the first half of the 19th century AD when western scholars discovered and edited some manuscripts of fundamental Islamic Sirah sources. However, western writers were not satisfied with these Islamic Sirah sources. They argued that most of the hadith material reflect later developments of Islam and hence must not be used as a historical source for the time of Muhammad (SAW) himself. This skepticism was embraced by several western scholars who were concerned with the original Islamic Sirah sources. As a result, three main groups about Sirah sources came into being. The first group was ready to accept the Islamic traditions as the original Sirah source unless there was any criticism regarding the narrator. The second group rejected the Islamic traditions and emphasized to reconstruct early Islamic history using non-muslim sources. The third group believed in the literary criticism of available Islamic Sirah sources. The article aims to review the skeptical tendencies about Islamic Sirah sources that emerged from time to time in western scholarship.

Keywords: manuscripts, western scholarship, sirah sources, skeptical tendencies

* پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ اسلامی و عربی علوم، سرگودھا یونیورسٹی

** اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامی و عربی علوم، سرگودھا یونیورسٹی

مغرب میں مصادر سیرت پر تنقیدی مطالعات کا آغاز

مغرب میں پیغمبر اسلام محمد مصطفی ﷺ کی حیات مبارکہ کا علمی مطالعہ انیسویں صدی کے نصف اوّل میں شروع ہوا۔ اس سے قبل پیغمبر اسلام کی شخصیت کو جاننے کے لیے مغرب میں بنیادی اسلامی مصادر سیرت تک رسائی نہ تھی لہٰذا سوانح رسول کے نام پر ظن و تخمین کی بنیاد پر بے سر و پا قصے اور کہانیاں بیان کی جاتی رہیں۔ مگر اسی صدی کے آغاز میں مغربی محققین کی کوششوں سے کچھ بنیادی اسلامی مصادر سیرت منصہ شہود پر آ گئے۔ جن میں سیرت ابن اسحٰق، سیرت ابن ہشام، واقدی کی کتاب المغازی، تاریخ طبری اور طبقات ابن سعد شامل ہیں۔ ان مصادر سے استفادہ کرتے ہوئے سوانح رسول لکھنے کے لیے علمی رجحان کا آغاز ہوا۔

1843ء میں پہلی بار مغربی مصنف گستاف ویل (Gustav Weil) نے پیغمبر اسلام کی سوانح حیات کو علمی انداز میں تحریر کیا۔[1] (Gustav Weil) نے ازمنہ وسطیٰ میں پیغمبر اسلام کے متعلق لکھی گئی مغربی پر تعصب اور معاندانہ تحریروں کے برعکس قدرے معتدل اور علمی طرز تحریر اختیار کیا اور پیغمبر اسلام کی سوانح حیات لکھنے کے لیے ظن و تخمین کی بنیاد پر بے سر و پا قصے گھڑنے کے استشراقی رویوں کے برعکس تاریخ نگاری کے اصولوں کی کسی قدر پیروی کرتے ہوئے اسلامی مصادر سیرت کی طرف رجوع کیا۔ مگر اس علمی طرز فکر کے باوجود Weil ازمنہ وسطیٰ کے استشراقی معاندانہ رویوں سے اپنا دامن نہ بچا سکا۔ لہٰذا اس نے بھی اپنے پیش رو مستشرقین کی اقتداء میں اسلامی مصادر سیرت (قرآن و حدیث) کی ثقاہت پر کئی ایک شکوک و شبہات کا اظہار کیا۔ مثلاً قرآن کے حوالے سے اس کا کہنا ہے۔

> "It is [in] a highly poetic garb full of legends which was calculated to attack and captivate the maginative minds of the Arabs."[2]

یعنی یہ بہت (قرآن) ہی خوبصورت، شاعرانہ انداز میں لکھا گیا ہے۔ جس میں قصے کہانیاں اس طرح سموئی گئی ہیں کہ جو بڑی کامیابی سے عربوں کے تصوراتی ذہن کو گرفت میں لے کر مکمل تسخیر کر لے۔

---

[1] G.Weil, Muhammad der Prophet, sein Leben und seine Lehre, n.p., (1843).
[2] G,Weil, The Bible, the koran and Talmud, (New York, 1863) vii, xvi.

Weil بھی اپنے پیش رو مغربی مفکرین کے ان الزامات کی تائید کرتا ہے کہ قرآن پہلے سے موجودہ یہود و نصاریٰ کی مذہبی کتب کا چربہ ہے۔ نیز یہ کہ احادیث کی جمع و تدوین دوسری صدی ہجری/ آٹھویں صدی عیسوی میں کی گئی۔ اس دوران احادیث کی نشر و اشاعت صرف زبانی روایات پر مشتمل تھی۔ لہٰذا ان میں موضوع احادیث کا وسیع ذخیرہ شامل کیا گیا ہے۔ اس کا موقف ہے۔

> "Reliance upon oral traditions at a time when they were transmitted by memory alone, produced everyday divisions among the scholars of Islam, which opend up a wide field of fabrication and distortion." [1]

> زبانی روایات پر انحصار نے، خاص طور پر ایک ایسے ماحول میں جب صرف یادداشت پر ہی انحصار کیا جاتا ہو، مسلم علماء میں بہت تفرقہ پیدا کیا، جس سے موضوع اور جعلی روایات کا ایک وسیع سلسلہ شروع ہو گیا۔

اسلامی مصادر سیرت پر عمومی اور احادیث پر خصوصی تنقیدی طرزِ فکر کی بناء پر Weil نے پیغمبر اسلام کی سوانح حیات تحریر کرتے ہوئے زیادہ تر قرآن اور سولہویں صدی عیسوی کے بعد کے اسلامی مصادر سیرت پر انحصار کیا ہے۔ 1847ء میں پیرس میں کازن ڈی پرسیول (Causin de perceval) نے تین جلدوں پر مشتمل، پیغمبر اسلام کی سوانح حیات Essai sur I, Historie des Arabes کے عنوان سے شائع کروائی۔ اس کتاب کا ذکر کرتے ہوئے آرتھر جیفری (Arthur Jeffery) اپنے مقالے میں رائے ظاہر کرتا ہے کہ اس کتاب میں کسی تنقیدی نقطہ نظر کو پیش نظر رکھے بغیر، اسلامی مصادر سیرت سے روایات کے وسیع ذخیرے کو جمع کر دیا گیا ہے۔[2]

1851ء میں ایلوئس سپرنگر (Aloys Sprenger) نے "The Life of Mohammad from Original Sources" کے عنوان سے پیغمبر اسلام کی سوانح

[1] G.Weil, Geschichte der Chalifen, Nach Handschriftlichen, Gr Sstentheils Noch Unben Tzten Quellen Bearibn. Osnabruck: Neudruck der Ausg, (1846-1862), 2: 290.

[2] Jeffery Arthur, "The Quest of the Historical Muhammad," Muslim World 16 (1926): 327-48.

حیات شائع کروائی۔[1] جس میں اس نے ہجرت مدینہ تک کے واقعات کا احاطہ کیا تھا۔ بعد ازاں اس نے اسی موضوع پر Das Leben und die lehre des Mohammad کے نام سے ایک اور کتاب لکھی۔[2] اس کا دعویٰ تھا کہ اس نے یہ کتب خالصتاً ان اسلامی مصادر کی مدد سے لکھی ہیں جو اس وقت مغربی اور ہندوستانی لائبریریوں میں پائے جاتے تھے۔ مگر ان سوانح عمریوں میں ازمنہ وسطیٰ کے معاندانہ اور پر تعصب رویوں کی چھاپ اتنی زیادہ تھی کہ سپرنگر کے ہمعصر مستشرقین بھی اس پر تنقید کرنے سے باز نہ رہ سکے۔

1856ء میں ولیم میور (William Muir) کی کتاب The Life of Mahomet شائع ہوئی۔[3] یہ کتاب اپنے طرز تحریر کی وجہ سے انیسویں صدی میں اس موضوع پر شائع ہونے والی تمام کتب میں سے معتدل اور پر تاثیر تھی۔ میور نے اس کتاب کو لکھنے کے لیے اردو، فارسی اور عربی میں موجود تمام روایات سے استفادہ کیا۔ اس کتاب کے تعارفی باب میں مصنف نے بنیادی اسلامی مصادر کے حوالے سے مفصل مباحث پیش کی ہیں۔ جن میں سے قرآن اور احادیث کو وہ اہم ترین بنیادی اسلامی مصادر قرار دیتا ہے۔ اور اس سوانح رسول کے لیے اس نے انہی دونوں سے استفادہ کیا ہے۔ قرآن اور حدیث کے علاوہ اس نے دوسرے درجے کے کچھ مصادر، مثلاً عہد نبوی کی

---

[1] Sprenger, Aloys, The Life of Mohammed from Original Sources,(Allahabad Presbyterian Mission Press, 1851).

[2] Sprenger, Aloys, Das Leben und die Lehre des Mohammad, 3 vols. Berlin, 1861-1865.

[3] Muir, William, The Life of Mahomet, (London, Smith, Elder co.,1861).
ابتداء میں یہ کتاب چار ضخیم جلدوں میں 1856ء تا 1861ء لندن سے شائع ہوئی۔ جس میں مصنف نے تعارفی باب میں عرب کی تاریخ قبل از اسلام اور پیغمبر اسلام کی سوانح حیات کے بنیادی اسلامی مصادر پر مفصل ترین مباحث پیش کی ہیں۔ اس کتاب کی دوسری (1876) ءاور تیسری (1894) ءاشاعت میں اس تعارفی باب کو خارج کر دیا گیا تھا۔ لیکن پھر اس تیسری اشاعت کے نسخے کو مختصر کر کے 1912ء میں T.H.Weir نے یونیورسٹی آف گلاسگو سے چھپوایا۔ جس میں نہ صرف ابتدائی باب شامل کیا گیا بلکہ کتاب کے عنوان سے لفظ Mahomet کو بدل کر معروف اسلامی نام Mohammad کر دیا گیا۔ Muir نے کتاب کی پہلی اشاعت کے دیباچے میں لفظ Mahomet کو استعمال کرنے کی یہ وجہ بیان کی تھی کہ ایک تو اہل مغرب کے ہاں یہ نام ایسے ہی رائج تھا اس لیے Muir نے اسے بدلنے کی ضرورت محسوس نہیں کی اور دوسرے یہ کہ لفظ Mohomet کے استعمال سے پیغمبر اسلام کا نام اس زمانے کے دیگر ''محمد'' نامی افراد کے ناموں سے ممتاز رہے گا۔

کچھ دستاویزات اور عربی شاعری، سے بھی رجوع کیا ہے۔[1] اپنے پیش رو ایلوئس سپرنگر (Aloys Sprenger) کے برعکس میور نے قرآن اور احادیث کو بنیادی اسلامی مصادر کے طور پر اہم حیثیت دی۔ اور ان کی ثقاہت پر اکثر اسلامی روایات سے حوالے بھی دیے ہیں۔ مگر پھر اپنی مغربی علمی روایت کے زیر اثر انہی مصادر کے اوپر شکوک وشبہات کا اظہار بھی کیا ہے۔ مثلاً ایک طرف وہ قرآن کے حوالے سے لکھتا ہے۔

> "[It] consists exclusively of the revelations or commands which (Mohammad) professed from time to time through Gabriel, as a message direct from God; and which, under an alleged divine direction, he delivered to those about him." [2]

یعنی یہ (قرآن) خالصتاً الہامی پیغامات یا احکامات ہیں جو (حضرت محمد ﷺ) گاہے بگاہے (حضرت) جبریل سے لے کر، لوگوں کو تعلیم دیا کرتے تھے۔ گویا کہ (قرآن) بلاواسطہ خدا کا پیغام تھا جو وہ مبینہ طور پر الہامی ہدایات کے مطابق ان لوگوں تک پہنچاتے تھے جو ان کے ارد گرد (اہل ایمان) ہوتے تھے۔

اس ضمن میں Muir بڑی تفصیلی مباحث میں نزول قرآن اور جمع وتدوین قرآن کی تاریخ بیان کرتا ہے۔ مگر دوسرے مقام پر اسی قرآن کے حوالے سے اس کا بیان ہے کہ اس کے الفاظ یقیناً محمد کے الفاظ تھے۔ اس کے برعکس کہ مسلمان اسے خدا کا کلام قرار دیتے ہیں۔ اقتباس ملاحظہ کیجئے:

> "Hold it to be surely Mohammad's words, as the Muslims hold it to be the word of God." [3]

ولیم میور اسلامی مصادر میں سے احادیث کے حوالے سے اس کی ایک رائے یہ ہے کہ یہ پیغمبر کے صحابہ اور متبعین کی روایات پر مبنی ہیں، جو حقیقی یا خیالی راویوں کے سلسلے سے اس زمانے تک پہنچائی گئیں جب ان کی جمع وتدوین اور درجہ بندی کی گئی۔ پھر انہی احادیث کی جمع وتدوین کی تاریخ بیان کرتے ہوئے ان

[1] Muir, The Life of Muhammad, xiv.
[2] Muir, The Life of Mahomet,i.
[3] Muir, The Life of Mohammad, Apendix, (London, 1878), 563.

شکوک کا اظہار کرتا ہے۔[1] اس کا یہ موقف ہے کہ حادیث زبانی طور پر (اگلی نسل کو) منتقل کی جاتی رہیں، جو (شخصی) منافرت یا تعصب سے متاثر ہوتی تھیں۔[2]

بنیادی اسلامی مصادر سیرت میں سے احادیث کی اہمیت کا اقرار کرنے کے باوجود Muir ان روایات کی نسل در نسل زبانی منتقلی اور پھر سیاسی شورشوں کی وجہ سے ان میں انفرادی تعصب کی موجودگی کے خدشات ظاہر کرتا ہے۔ لیکن وہ اس حقیقت کا ادراک بھی رکھتا ہے کہ اولین اسلامی تاریخ کے واقعات کو جاننے کے لیے انہی روایات سے مدد لی جا سکتی ہے اور کہیں کہیں شخصی پسند ناپسند یا تعصب کی موجودگی کے باوجود یہ روایات زیادہ تر سچائی پر مبنی ہیں۔ مگر وہ احادیث کی جمع وتدوین کے حوالے سے ابتدائی محدثین کے نقد روایات ودرایت کے اصولوں پر تنقید کرتے ہوئے ان میں تین خامیوں کی نشاندہی کرتا ہے:

1- ہر روایت کو اخذ کرتے ہوئے یا تو اسے مکمل طور پر قبول کر لیا جاتا یا مکمل طور پر رد ّکر دیا جاتا۔ چنانچہ اگر کسی روایت میں کوئی لفظ فالتو ہے تو اسے نکال دینا یا غلط ہے تو اسے بدل دینا نہ ہوتا تھا۔[3]

2- روایات کے زبانی منتقلی پر انحصار کی وجہ سے ان میں غلط یا موضوع روایات کو نہ جانچا جاتا تھا۔[4]

3- مسلم محدثین روایات کی ثقاہت کو جانچنے کے لیے صرف سلسلہ روایت یعنی سند پر انحصار کرتے تھے جبکہ درایت یعنی متن پر توجہ نہ دی جاتی تھی۔[5]

میور کے ان تمام خیالات کو جاننے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ اسلامی روایات کے متعلق اس کی معلومات سطحی اور عمومی مشاہدے پر مبنی ہیں۔ مسلم محدثین نے روایات کی نقد کے لیے روایت ودرایت کے جو کڑے اصول وضع کیے تھے۔ ان اصول وضوابط سے اسے مکمل آگہی حاصل نہیں۔ بنیادی اسلامی مصادر سیرت کے مطالعے کے ضمن میں مستشرقین کے ہاں یہ رویہ عمومی طور پر دکھائی دیتا ہے۔ جو اس موضوع پر ان کی کم علمی پر مبنی ہے۔ میور کے خیالات بھی اسی رویے کے عکاس ہیں۔ مگر یہ بھی ایک

1 Muir, The Life of Mohammad, xxxv.
2 Ibid.
3 Muir, The Life of Mohammad, xLvi.
4 Muir, The Life of Mohammad, xLii.
5 Ibid.

دلچسپ حقیقت ہے کہ ان تمام تحفظات کے باوجود اس نے اس سوانح عمری میں زیادہ تر انحصار انہی روایات پر کیا ہے۔ جیساکہ وہ لکھتا ہے :

> "Although the features of the Prophet were magnified into majestic and supernatural dimensions, yet the character of his friends and followers, and the general events of early Islam, were undoubtedly preserved with tolerable accuracy and thus a broad basis of historical truth was maintained."[1]

> "(ان روایات میں) اگرچہ پیغمبر اسلام کے خد وخال بڑے شاندار اور غیر مرئی سانچوں میں ڈھال کر پیش کیے جاتے تھے، لیکن ان کے دوستوں اور متبعین کا کردار، اور اسلام کے ابتدائی دور کے واقعات، بلا شک وشبہہ، مناسب احتیاط کے ساتھ محفوظ کیے گئے اور تمام تاریخی سچائیوں کا پورالحاظ رکھا گیا۔"

پیغمبر اسلام کی سوانح حیات جاننے کے لیے میور چند ابتدائی مسلم مصادر سیرت پر اعتماد کا اظہار کرتا ہے۔ جن میں سیرت ابن اسحاق، سیرت ابن ہشام، واقدی کی کتاب المغازی، طبقات ابن سعد اور تاریخ طبری شامل ہیں۔[2] اسی طرح احادیث کے اولین مجموعوں میں سے صحیح بخاری صحیح مسلم اور جامع ترمذی شامل ہیں۔[3] البتہ بعد کے زمانوں میں مدون کیے گئے مجموعہ احادیث کو وہ ناقابل اعتماد گردانتا ہے۔ لیکن ان اسلامی مصادر میں موجود روایات میں سے صحیح روایات کو علیحدہ کرنے کے لیے میور (Internal Criticism) کا طریقہ کار تجویز کرتا ہے۔[4] اسلامی مصادر پر جرح ونقد کے باوجود میور کی لکھی گئی سوانح رسول نے مغربی عوام میں پذیرائی حاصل کی۔

---

[1] Muir, The Life of Mohammad, xxxviii.
[2] Muir, The Life of Mahomet, vol. I.
[3] Muir, The Life of Mohammad, xiv.
[4] Muir, The Life of Mohammad, I.

بعدازاں 1859ء میں فرڈیننڈ وسٹینفیلڈ(Ferdinand Wustenfeld)نے پیغمبر اسلام کی تین جلدوں پر مشتمل ایک ضخیم سوانح حیات ترتیب دی۔ جس کے لیے اس نے استشراقی تنقیدی طرزِ فکر سے قدرے اعراض کرتے ہوئے مکمل طور پر عربی اسلامی مصادر سیرت پر اعتماد کیا۔[1]

1863ء میں نولڈیکے (Noldeke) کی کتاب Das Leben Muhammads nach den Quellen Popular dargesteitشائع ہوئی۔[2] نولڈیکے نے بھی خالصتاً اسلامی مصادر سیرت پر انحصار کیا۔ 1882ء میں ویل ہاسن (Julius Wellhausen)کی لکھی ہوئی سوانح پیغمبر اسلام"Mohammad in Madina"برلن سے شائع ہوئی۔[3] ویل ہاسن نے بھی اس کتاب کے لیے اسلامی مصادر سے استفادہ کیا۔ مزید برآں اس نے کتاب الواقدی کا ترجمہ و تلخیص بھی پیش کیا۔Weil سے لے کرWellhausen کے زمانے تک مغرب میں لکھی گئی پیغمبر اسلام کی تمام سوانح حیات میں مصنفین نے بنیادی اسلامی مصادر سیرت کو پیش نظر رکھا۔ اگرچہ ان مصنفین نے ان مصادر میں پائی جانے والی کچھ روایات پر جرح ونقد بھی کیا اور ان روایات کی جمع تدوین کے حوالے سے اپنی تحفظات بھی ظاہر کیے نیز ان کی تعبیر و تشریح میں اپنے مزعومہ افکار واہداف کو بھی مختلط کرتے رہے، اس کے باوجود عمومی طور پر وہ ان مصادر کو قابل اعتنا گردانتے تھے۔

مغربی مطالعہ مصادر سیرت میں تشکیکیت(Skepticism)کا رجحان

پیغمبر اسلام کی حقیقی سوانح حیات لکھنے کے لیے بنیادی اسلامی مصادر سیرت کے استعمال کا مثبت رجحان اس وقت شدید متزلزل ہوا، جب1890ء میں اگنس گولڈزیہر کی کتاب (Ignus Goldziher) "Muhammedanische studien"کا دوسرا حصہ شائع ہوا۔[4] اسلامی بنیادی مصادر سیرت کے دوسرے اہم "مصدر حدیث کی ابتدائی جمع وتدوین پر شدید تنقید

[1] Wustenfeld, Ferdinand, Das Leben Muhammad's, 3 vols, (Gottingen, 1857-1859).

[2] Noldeke, T, Das Leben Muhammads nach den Quellen popular dargestelt, (Hanover, 1863).

[3] Wellhausen, Julius, Muhammed in Medina, (Berlin, 1882).

[4] Goldziher, Ignac, Muhammadanische Studien, Halle, 1889-90.

کی وجہ سے اس کتاب کو مغربی علماء کرام میں بہت پذیرائی حاصل ہوئی۔ گولڈزیہر نے اسلامی ادب میں پائے جانے والے تمام ذخیرہ احادیث کی ثقاہت کو مکمل طور پر رد کر دیا۔ اس کی رائے میں تاریخی یا فقہی اہمیت کی حامل تمام احادیث مختلف فقہاء کرام کی انفرادی آراء کو قانونی اور مذہبی حیثیت دینے کے لیے وضع کی گئی تھیں۔[1] اس کا کہنا ہے کہ یہ احادیث پہلی صدی ہجری کے تاریخی حقائق اور رویوں کے برعکس دوسری اور تیسری صدی ہجری کے مختلف رجحانات کی عکاس ہیں۔ بنیادی اسلامی مصادر میں تاریخی حقائق کو سچائی کے ساتھ بیان نہیں کیا گیا۔ ان کی حقیقت صرف ایسے تخلیقی ادب کی سی ہے جس کی بنیاد متن کی ثقاہت کی بجائے صرف سلسلہ سند کی تاریخ کو درست رکھنا ہے۔ یہ ایسی دستاویزات کی حیثیت رکھتی ہیں جن کا مقصد صرف یہ واضح کرنا ہے کہ قدیم مسلم اساتذہ کرام کس جذبے کے ساتھ سلسلہ تعلم کو انجام دیتے تھے۔[2] احادیث کے بارے میں اس کا موقف ہے کہ یہ ان ادبی شہ پاروں کا پیغمبر اسلام کے زمانے سے کوئی تعلق نہیں بلکہ انہیں دوسری صدی ہجری میں ماہرین لسانیات اور ماہرین آثارِ قدیمہ نے تخلیق کیا۔[3] گولڈزیہر کی طرف سے بنیادی اسلامی مصادر سیرت میں سے احادیث کے تمام ذخیرہ ادب کا یکسر استرداد تمام مغربی علماء کرام کے لیے انتہائی توجہ اور دلچسپی کا مرکز بنا۔ احادیث کی ثقاہت پر اس کے تند و تیز ناقدانہ دلائل نے مغرب میں قبولیت عامہ حاصل کی اور آج تک مغربی علماء اس کے مفروضوں کے سحر سے نہیں نکل سکے۔[4]

حقیقت یہ ہے کہ گولڈزیہر کو سیرت یا تاریخ اسلام کی تشکیل نو سے کوئی غرض نہ تھی، اس کی دلچسپی کا اصل محور وہ احادیث تھیں جو پیغمبر اسلام کے وصال کے بعد کے زمانے کے مسائل کی عکاسی کرتی تھیں۔[5] گولڈزیہر نے اپنے نظریات کی وضاحت میں جو دلائل پیش کیے ان میں تضاد بیانی اور غیر مستقل مزاجی کا عنصر نمایاں تھا۔ لہٰذا اس کے نظریات کو قبولیت عامہ حاصل ہونے کے باوجود علمی سطح پر

---

[1] Goldziher, Ignac, Muslim Studies, Translated by Samuel Stern, (London, 1967,81).
[2] Goldziher, Muslim Studies, 71.
[3] Goldziher, Muslim Studies, 68.
[4] Ansari, Zafar Ishaq, "The Authenticity of Traditions: a critique of Joseph Schacht's Argument E Silentio", Hamdard Islamicus 7, 2 (1984): 51-61.
[5] Goldziher, Introduction to Islamic Theology and Law, Translated by Andrew and Ruth Hamori, (Princeton, 1981).

تنقید کا سامنا کرنا پڑا۔ گو کہ اس کے تمام تر تنقیدی نظریات کا تعلق بنیادی طور پر قانونی و فقہی احادیث سے تھا، لیکن اس سے وہ تاریخی روایات بھی متاثر ہوئیں جن کا تعلق پیغمبر اسلام کی سوانح حیات سے تھا۔ لہٰذا گولڈ زیہر کے بعد مغربی علماء کرام احادیث کے مطالعے میں بے حد تشکیکیت کا شکار ہو گئے۔ کچھ مغربی علماء کرام نے اپنی تحریروں میں کھل کر گولڈ زیہر کے نظریات کا رد کیا مگر پھر بھی احادیث میں تشکیکی رویے کی بازگشت اگلی صدی میں بھی سنائی دیتی رہی۔ انیسویں صدی کے آخری ربع اور بیسویں صدی کے آغاز میں اسلامی مصادر سیرت کے حوالے سے ایسی کئی تحریریں سامنے آتی رہیں جن پر گولڈ زیہر کے افکار کی گہری چھاپ پائی جاتی تھی۔ بیسویں صدی کے نصف اوّل تک اسلامی مصادر سیرت کے حوالے سے گولڈ زیہر کے تشکیکی افکار مغربی مصنفین کے لیے فکری راہنمائی فراہم کرتے رہے۔ پھر 1950ء میں جوزف شاخت (Joseph Schacht) کی کتاب "The Origins of Muhammadan Jurisprudence" کی اشاعت نے اس تشکیکی فکر کو نئی جلا بخش دی۔[1]

شاخت کی رائے میں اسلامی مصادر میں پائی جانے والی روایات جو پیغمبر اسلام یا ان کے صحابہ کی طرف منسوب کی جاتی ہیں دراصل دوسری صدی ہجری کے قانونی، مذہبی اور سیاسی حالات کی پیداوار ہیں، ان کا پیغمبر اسلام کے زمانہ حیات سے کوئی تاریخی تعلق نہیں ہے۔ گولڈ زیہر کی طرح شاخت کا مطالعہ حدیث بھی صرف قانونی یا فقہی احادیث سے متعلق تھا۔ لیکن شاخت کا یہ دعویٰ تھا کہ اس کی یہ رائے تمام اسلامی روایات پر یکساں لاگو ہوتی ہے۔ اور ثبوت کے طور پر کچھ مغازی روایات کو بھی پیش کیا۔ شاخت نے اپنے اس نظریے کو ثابت کرنے کے لیے کہ اسلامی مصادر سیرت میں پیغمبر اسلام کے دور حیات کی کوئی حقیقی روایت موجود نہیں، اس نے اپنی کئی تحریروں میں مختلف دلائل پیش کیے اپنے ایک مضمون میں اس نے یہ رائے پیش کی۔

> "We must --- abandon the gratuitous assumptions that there existed originally an

[1] Schacht, Joseph, The Origins of Muhammadan Jurisprudence, (Oxford, 1950).

authentic core of information going back to the time of the Prophet."[1]

ہمیں اس غیر حقیقی مفروضے کو ترک کر دینا چاہیے کہ پیغمبر (اسلام) کے زمانہ حیات کے متعلق کوئی ثقہ اور مصدقہ معلومات کہیں پائی جاتی ہوں۔

گولڈ زیہر کی طرح شاخت کے نظریات نے بھی مغربی علماء کرام میں قبولیت عامہ کی سند حاصل کی۔ اس کے بعد آنے والے کسی بھی زمانے میں حدیث پر کام کرنے والے مغربی علماء کرام شاخت کے نظریات سے پہلو تہی نہیں کر سکے۔ اس کے نظریات کے حوالے سے مغربی اہل علم اپنی رائے کے اعتبار سے تین گروہوں میں منقسم دکھائی دیتے ہیں۔

(ا) پہلے گروہ میں وہ مغربی مصنفین ہیں جنہوں نے شاخت کے نظریات کا مکمل طور پر رد کر دیا۔ ان میں کلسن (N.J. Coulson) فک (John Fuck) اور گلیوم (Guillaume)نہایت نمایاں ہیں۔[2]

(ب) دوسرا گروہ ان مصنفین پر مشتمل تھا جو شاخت کے نظریات سے مکمل طور پر متفق تھے۔ ان کا نقطہ نظر تھا کہ روایتی اسلامی مصادر سے حقیقی اسلامی تاریخ یا پیغمبر اسلام کی سوانح حیات لکھنا ناممکن تھا۔ اس گروہ میں سے صرف وانسبرو(John Wansbrough)اس بات کا قائل تھا کہ صرف اسلامی مصادر کی ادبی تنقید ممکن ہو سکتی ہے۔[3] جبکہ دیگر افراد مثلاً مائیکل کک(Michael Cook) پیٹریشیا کرون(Patricia Crone) منگنا(-A

---

[1] Schacht, Joseph, "A Revaluation of Islamic Tradition", in Journal of the Royal Asiatic Society, 49 (1949) 146-47.

[2] Coulson, N.J, A History of Islamic Law, (Edinburgh, 1964).

- Fuck, Johann W, "Review of Joseph Schacht's Origins of Muhammadan Jurisprudence". Bibliotheca Orientalis (1953): 196-99.

- Guillaume, Alfred, "Review of Joseph Schacht's Origins of Muhammadan Jurisprudence". BSOAS (1954): 175.

[3] Wansbrough, John, The Sectarian Milieu: Content and Composition of Islamic Salvation History, (Oxford, 1978).

(Mingana)اور میکسم روڈنسن(Maxime Rodinson)ابتدائی اسلامی تاریخ کی تشکیل نو کے لیے اسلامی مصادر پر اعتماد کرنے کے لیے قطعاً متفق نہ تھے۔[1]

(ج) تیسرے گروہ کے مصنفین نے حدیث پر وارد ہونے والے شاخت کے نظریات میں سے کچھ کی تائید کی اور کچھ کی تردید کر دی۔ انہوں نے ان نکات کو جن میں شاخت کا رویہ انتہائی شدت پسندانہ یا انتہائی عمومیت پر مبنی تھا، معتدل انداز میں دیکھنے کی کوشش کی۔ اس نقطہ نظر کے حاملین مزید دو گروہوں میں منقسم ہو گئے۔

(i) کچھ علماء نے ان احادیث کو خصوصی اہمیت دی جنہیں شاخت نے مکمل طور پر نظر انداز کر دیا تھا۔ شاخت کے ہمعصر ولیم منٹگمری واٹ (William Montgomery Watt) نے فقہی اور تاریخی روایات میں واضح تخصیص کی، اور دلائل پیش کیے کہ شاخت کے نتائج صرف فقہی روایات پر منطبق ہوتے ہیں۔[2]

(ii) موجودہ علماء میں سے کچھ لوگ روایات کے متن اور ان کی تشکیل ہیئت کے اعتبار سے ان میں فرق رکھتے ہیں۔ وہ شاخت کے اس نظریے سے متفق ہیں کہ بہت ساری احادیث اس وقت جس صورت میں پائی جاتی ہیں وہ بعد کے زمانوں کی پیداوار ہیں۔ لیکن ان کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ اپنی اصل کے اعتبار سے پیغمبر اسلام کے زمانے سے تعلق نہیں رکھتیں، درست نہیں ہے۔ اس نظریے کے حاملین میں کولسن(N. Coulson)، جائن بال (G.H.A. Juynboll) جان برٹن (John Burton) اور ڈیوڈ پاورس (David Powers)شامل ہیں۔[3]

شاخت کی کتاب کے کچھ عرصے بعد، ولیم منٹگمری واٹ (William Montgomery Watt)کا پیغمبر اسلام کی سوانح حیات کے متعلق ضخیم کام سامنے آیا بیسویں

---

[1] Cook, Michael and Patricia Crone, Hagarism, The Making of the Islamic World, (Cambridge, 1980).
- Rodinson, Maxime, Mahomet, (Paris, 1961).

[2] Watt, William Montgomery, "Muhammad at Mecca, (Oxford, 1953)". --------------, Muhammad at Medina, (Oxford, 1956).

[3] Ar-Rahawan, Muhammad Saeed Mitwally, Early Sources for Prophet Muhammad is Biography, (Riyadh, KSA, 2015), 37.

صدی کے دوسرے نصف کے آغاز میں یہ انتہائی اہم کاوش تھی جس نے جلد ہی مغربی علماء کرام کی توجہ حاصل کر لی۔ اس نے شاخت کے اس نظریے کا رد کیا کہ فقہی روایات کے نقد کے اصولوں کو اسلامی تاریخ یا سیرت کی روایات پر منطبق کیا جاسکتا ہے۔ اس کا کہنا ہے:

"The personality of the Prophet made such an impression on his followers that we cannot believe the picture of him given in tradition is purely late development." [1]

"پیغمبر اسلام کی شخصیت نے ان کے متبعین پر ایسا تاثر چھوڑا تھا کہ ہم یقین کر ہی نہیں سکتے کہ روایات میں کھینچی گئی ان کی تصویر، بعد کے زمانوں کی پیداوار ہے۔"

واٹ اس نظریئے سے تو متفق ہے کہ روایات کو بدلنے کا رجحان تھا لیکن وہ اس بات کا بھی قائل ہے کہ ایک تنقیدی ذہن کے ساتھ اس بات کو جاننا بھی ممکن ہے کہ حقیقت میں (پیغمبر اسلام کے زمانے میں) کیا ہوا تھا۔[2]

شاخت کے تشکیکی نظریات کے اثرات، واٹ کے معتدل نظریات سے کسی قدر زائل ہوئے۔ اس نے پیغمبر اسلام کی سوانح حیات کے لیے مکمل طور پر اسلامی بنیادی مصادر پر ہی انحصار کیا۔ جن میں قرآن کے علاوہ احادیث کے صحیح مجموعے (بخاری، مسلم اور مسند) اور تیسری اور چوتھی صدی ہجری میں مرتب کی گئی عربی کتب سیرت (سیرت ابن ہشام، تاریخ طبری، واقدی کی کتاب المغازی، طبقات ان سعد) شامل تھیں۔ البتہ اس زمانے کے بعد مدون کی گئی کتب تاریخ کو وہ قابل اعتنانہ گردانتا تھا۔[3]

اسلامی مصادر سیرت پر اعتماد کے حوالے سے واٹ کے نظریات بالکل واضح تھے۔ وہ اپنے پیش روؤں (گولڈ زیہر اور شاخت) کے برعکس فقہی اور تاریخی روایات کی جانچ کے طریقہ کار میں فرق کا حامی تھا۔ تاریخی واقعات کے حوالے سے وہ اسلامی مصادر سے ایک تنقیدی ذہن کے ساتھ روایات اخذ کرنے کا حامی تھا۔ اس کی وضاحت وہ یوں کرتا ہے۔

---

[1] Watt, "The Condemnation of the Jews of Banu Qurayza", Muslim World, XLII (1952): 171.
[2] Watt, Muhammad at Mecca, (Oxford, 1953), esp.pp.xiii-xvi.
[3] Watt, Muhammad at Mecca, xi-xii.

"--------received with care and as far as possible corrected, where tendentious shaping is suspected, and are only to be rejected outright where there is internal contradiction." [1]

"--------انتہائی احتیاط اور ممکنہ حد تک صحیح (روایات میں بھی) جہاں اندرونی طور پر (متن میں) کوئی تفاوت پایا جائے، انہیں واضح طور پر رد کر دیا جائے۔"

فقہی اور تاریخی روایات کی جانچ میں طریقہ کار کے فرق کے علاوہ، واٹ ابتدائی اسلامی تاریخ کے مصادر میں موجود وسیع ذخیرہ روایات کو مختلف اقسام میں تقسیم کرتا ہے۔ اپنے اس نظریے کو اس نے پیغمبر اسلام کے حوالے سے اکتوبر 1980ء میں Strasbourg میں ہونے والے ایک سیمینار میں پیش کیے گئے اپنے مقالے میں بڑی وضاحت کے ساتھ پیش کیا۔[2] واٹ کے مطابق اسلامی مصادر سیرت میں ایک بہت بڑا حصہ ان روایات پر مشتمل ہے، جنہیں "مغازی" کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس میں غزوات یا مختلف سرایا کے حوالے سے معلومات ملتی ہیں کہ یہ غزوات کن گروہوں یا قبائل کے ساتھ ہوئے، یا ان غزوات میں متحارب لشکروں کے سپہ سالاروں، شریک سپاہیوں کے نام اور تعداد، غزوات کی تاریخیں، واقعات اور پھر نتائج وغیرہ بیان کیے جاتے ہیں۔[3] ان معلومات پر مبنی روایات سیرہ ابن اسحاق میں تاریخی ترتیب کے ساتھ موجود ہیں۔ اس ضمن میں وہ روایات جن کو ابن اسحاق بغیر سند کے بیان کرتا ہے، سیرہ ابن اسحاق کی تدوین سے پہلے بھی، اہل اسلام نے اجتماعی طور پر یا انفرادی طور پر اپنے مجموعوں میں محفوظ کر رکھی تھیں۔[4] مغازی کے حوالے یہ ذخیرہ روایات عمومی طور پر قابل اعتنا جانا جاتا ہے۔ ان میں سے واضح طور پر وہ غیر ثقہ کہانیاں پہچانی جا سکتی ہیں، جو مختلف سرایا کے بیان میں کم اہم واقعات کے حوالے سے بغیر کسی سند کے سیرت ابن اسحاق میں شامل کی گئی ہیں۔ یہ روایات موضوع ہیں، مگر کسی بھی مغربی مصنف نے انہیں سوانح پیغمبر اسلام لکھتے ہوئے استعمال نہیں کیا۔ اسلامی مصادر

---

[1] Watt, Muhammad at Mecca, xiv.

[2] Watt, "The Reliability of Ibn Ishaq's Sources", in La Vie du Prophete Mahomet, Colloque de Strasbourg (October, 1980) (Paris, 1983), 31-43.

[3] Ibid.

[4] Watt, "The Material used by Ibn Ishaq", in B. Lewis and P.M. Holt (eds), Historians of the Middle East, (London, 1962), 23-34.

سیرت کو سمجھنے میں ایک بڑی غلطی (جس کی ذمہ داری واٹ، اولین مغربی مصنفین میں سے لیمنس اور بیکر پر جبکہ متاخرین میں سے پیٹریشیا اور مائیکل کک پر ڈالتا ہے) یہ کی گئی کہ مغازی کی ثقہ روایات، موضوع و متشابہہ احادیث اور گھڑی ہوئی کہانیوں میں کوئی فرق روا نہیں رکھا گیا۔[1]

گویا کہ واٹ کے نظریات کے مطابق اسلامی بنیادی تاریخی مصادر کی روایات میں، اس زمانے کے مختلف عوامل کے باعث، موضوع اور متنازعہ فیہ روایات شامل ہو چکی تھیں۔ مگر ان روایات کے وضع کرنے میں مختلف محرکات کا باریک بینی سے جائزہ لے کر صحیح اور غلط روایات کو علیحدہ کیا جا سکتا ہے۔ اپنے ان نظریات کے حوالے سے واٹ اسلامی مصادر کے حوالے سے کسی قدر کم تشکیکیت کا حامل تھا۔ واٹ کے ان نظریات کو مغربی علماء کرام نے کافی توجہ کے ساتھ سُنا اور پذیرائی بھی بخشی مگر شاخت کے تشکیکی نظریات کی بازگشت کم نہ ہوئی۔ بیسویں صدی کے تیسرے ربع میں دو اہم کتابیں شائع ہوئیں۔ 1957ء میں روڈی پیریٹ (Rudi Paret) کی کتاب چھپی،[2] جبکہ 1961ء میں روڈنسن (M. Rodinson) کی کتاب منظر عام پر آئی۔[3] دونوں مصنفین نے شاخت کے نظریات کی ہی پیروی کی۔

> روڈنسن نے اپنی کتاب کے مقدمے میں احادیث کی ثقاہت کے متعلق گولڈزیہر اور شاخت کے نظریات کی عکاسی کی کہ پیغمبر اسلام کی حقیقی تاریخی سوانح حیات کو لکھنا تبھی ممکن ہو سکتا ہے جب کوئی شخص بنیادی اسلامی تاریخی مصادر سے ان کے متعلق کچھ معلومات حاصل کر سکے، جن کی ثقاہت قطعاً بھی مصدقہ نہیں ہے۔ پیغمبر اسلام کی سوانح حیات لکھتے ہوئے وہ مسلسل، ''ایسا لگتا ہے'' ''یہ کہا جاتا ہے'' ''ایسا بیان کیا گیا'' جیسے الفاظ استعمال کر کے اسلامی مصادر سیرت پر اپنے شکوک و شبہات کا اظہار کرتا ہے۔[4] اسی طرح احادیث کی ثقاہت کو ناقابل اعتماد قرار دیتے ہوئے وہ گولڈزیہر اور شاخت ہی کے الفاظ استعمال کرتا ہے مثلاً:

---

[1] Schoeler, The Biography of Muhammad, 6.
[2] Paret, Rudi, Muhammad and der Koran, Stuttgart, 1957.
[3] Rodinson, M, Mahomet, Paris, 1961. Mohammad, Translated by Anne Carter, (Penguin Press, 1971).
[4] Rodinson, Mohammad, xii.

> "That a reconstruction of the Prophet's life could claim historical probability although it was based on sources considered as "hardly reliable", "doubtful" and rather far away from the facts."[1]

> ''پیغمبر اسلام کی سوانح حیات کی تاریخی اعتبار سے تشکیل نو کے امکانات کا دعویٰ تو کیا گیا اگرچہ اس کی بنیاد انہی بنیادی مصادر پر رکھی گئی، جنہیں ''ناقابل اعتماد'' ''مشکوک'' اور ''حقائق سے کہیں دُور'' کہا جاتا ہے۔''

اسلامی مصادر سیرت پر تشکیکیت کا یہ رجحان اپنی انتہا پر پہنچا جب 1952ء میں ریجس بلاشیر (Regis Blachere) کی کتاب "Le probleme de Mahomet" شائع ہوئی۔[2]

بلاشیر اسلامی مصادر پر عدم اعتماد کے حوالے سے لکھتا ہے:

> "The Prophet's early life can only be sketched, and that faintly in large brush strokes, while any attempt to go further must result in hagiography or romance, which we already have in the standard Muslim sources." [3]

> پیغمبر (اسلام) کی ابتدائی زندگی کا خاکہ صرف اسی صورت میں بنایا جاسکتا ہے، اور وہ بھی بمشکل چند بڑے بڑے واقعات پر مشتمل، کہ جب بھی کوئی ایسی کوشش ہوئی تو وہ صرف ان کی ذات سے اندھی عقیدت اور محبت کے نتیجے میں ہی ہو گی۔ جیسا کہ ہم پہلے ہی اہم اسلامی مصادر میں دیکھتے ہیں۔

اسلامی مصادر سیرت پر تشکیکیت کا یہ عمومی رجحان بیسویں صدی کے تیسرے ربع تک جاری رہا۔ جس میں ان مصادر کی ثقاہت پر مختلف سوالات بھی اُٹھائے گئے مگر مغربی مصنفین پیغمبر اسلام کی سوانح حیات لکھتے ہوئے انہی کی طرف رجوع بھی کرتے رہے۔

---

[1] Rodinson, Mohammad, 12.
[2] Blachere, Regis, La Probleme de Mahomet, (Paris, 1952).
[3] Blachere, Law Probleme de Mahomet, 18.

خلاصہ بحث

مغرب میں ظن و تخمین کی بنیاد پر پیغمبر اسلام کی سوانح نگاری لکھنے کا آغاز سترھویں صدی کی ابتداء سے ہو چکا تھا مگر علمی بنیادوں پر اس موضوع پر انیسویں صدی میں لکھا جانے لگا۔ دور استعماریت میں اہل مغرب نے مشرقی اقوام پر اپنے غلبہ و تسلط کو مضبوط بنانے کے لیے ان کے تہذیب و تمدن اور زبانوں کا علم حاصل کرنا شروع کیا۔ مشرقی زبانوں کے علوم پر دسترس حاصل کرنے کے بعد اسلامی بنیادی مصادر تک اہل مغرب کی رسائی ہوئی تو انہوں نے اسلام اور پیغمبر اسلام کی تاریخیت جاننے کے لیے اسلامی مصادر کو استعمال کرنا شروع کیا۔

گستاو ویل(1843) (Gustav Weil)تا ولیم میور(William Muir))1856)علماء مغرب نے پیغمبر اسلام کی سوانح حیات لکھنے کے لیے اسلامی بنیادی مصادر پر انحصار کیا۔ البتہ ان مصادر میں پائی جانے والی بعض روایات پر انہوں نے شکوک و شبہات کا اظہار بھی کیا۔ مگر ان سب کی رائے یہ تھی کہ ان روایات میں حقیقی اسلامی تاریخ پائی جاتی ہے البتہ باریک بینی سے روایات کا تجزیہ کیا جائے تو صحیح اور غلط روایات کو الگ کیا جا سکتا ہے۔

اس مثبت اور پُراُمید رویے کو اس وقت ایک بڑا دھچکا لگا جب 1890ء میں اگنس گولڈزیہر (Ignac Goldziher)کی کتاب"Muhammedanische Studien"کا دوسرا حصہ شائع ہوا۔ جس میں اس نے اسلامی مصادر میں سے ایک وسیع ذخیرہ احادیث کی ثقاہت کو یکسر مسترد کر دیا۔ گولڈزیہر کے نظریات مغربی علماء کے لیے ایک سنگ میل ثابت ہوئے۔اور اس کے بعد انیسویں صدی کے آخر تا بیسویں صدی ہر مغربی مصنف نے اسی کے نظریات کی پیروی کی۔

اسلامی بنیادی مصادر سیرت پر شدید تشکیکیت کا رجحان اس وقت غالب آیا جب 60 سال بعد جوزف شاخت(Joseph Schacht)نے 1949ء میں اپنی تحریروں میں یہ نظریہ پیش کیا کہ اسلامی مصادر میں پائی جانے والی تمام روایات ناقابل اعتماد ہیں۔ اس نے فقہی روایات کے مطالعہ سے اخذ کردہ نتائج کو مطالعہ سیرت کے لیے تاریخی روایات پر منطبق کرتے ہوئے، ہر قسم کی اسلامی روایات کو موضوع قرار دے دیا۔ گولڈزیہر اور شاخت کے نظریات کی گونج آج تک مغربی تحریروں میں سُنی جا

سکتی ہے۔ البتہ شاخت کے نظریات کے بعد مغربی علماء اسلامی مصادر کی ثقاہت کے حوالے سے اپنی رائے کے عتبار سے تین مختلف گروہوں میں منقسم نظر آئے۔

1. پہلے گروہ میں شامل علماء مغرب پیغمبر اسلام کی سوانح حیات لکھنے کے لیے اسلامی بنیادی مصادر پر انحصار کرنے کو ترجیح دیتے رہے۔ البتہ ان میں صحیح اور موضوع روایات میں باریک بینی سے فرق جاننے کا مشورہ بھی دیتے ہیں۔ اس گروہ میں منٹگمری واٹ سب سے نمایاں ہے۔
2. دوسرے گروہ میں شامل افراد (پیٹریشیا کرون، مائیکل کک، میکسم روڈنسن) بنیادی اسلامی مصادر کو پیغمبر اسلام کی حقیقی و تاریخی سوانح حیات لکھنے کے لیے ناقابل اعتناء گردانتے ہیں۔ اسلامی مصادر کے برعکس وہ غیر اسلامی ہمعصر تاریخی شواہد سے اسلامی تاریخ کا جائزہ لینا چاہتے ہیں۔
3. تیسرے گروہ میں شامل افراد اسلامی بنیادی مصادر سیرت کی روایات کا ادبی تنقیدی تجزیہ کرنے کے قائل ہیں۔ جس کے سر خیل وانسبرو ہیں۔